© rasailojaraid.com

نام کتاب : **کشف المحجوب** (۳ جلد)

مصنف : سید علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق : صوفی عبد العزیز الرائی جالندھری

معاون : سید فضل معین معینی اجمیری

ناشر : شاہ جی پبلشرز، ۱۳- غلام نبی کالونی سمن آباد، لاہور، فون: 37585799 -042

سال اشاعت : ۲۰۱۳ء، بار اوّل

قیمت : ۴۵۰۰ روپے

تبصرہ نگار : سید متین احمد شاہ ✻

کشف المحجوب تصوف کی امہات کتابوں میں سے ہے، جس کے مؤلف شیخ ابو الحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلّابی الہُجویری الغزنوی پانچویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر بزرگ تھے، جن کا زمانہ دولتِ غزنویہ (۳۵۱ھ - ۵۵۲ھ) کا ہے اور سلطان ابراہیم غزنوی (۴۵۱ھ - ۴۹۲ھ) کے عہد میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔ آپ کے حالات زیادہ دست یاب نہیں۔ آپ افغانستان کے شہر غزنہ میں پیدا ہوئے جس کی نسبت سے آپ کو غزنوی کہا جاتا ہے۔ غزنہ کے دو مضافاتی علاقوں جُلّاب اور ہُجوِیر کی نسبت سے آپ کو جُلّابی اور ہُجویری بھی کہا جاتا ہے۔[1] شیخ ابو الفضل خُتّلی[2] آپ کے شیخ تھے اور معروف بزرگ صاحبِ رسالۂ **قشیریہ** شیخ ابو القاسم القشیریؒ (م ۴۶۵ھ) آپ

✻ نائب مدیر **فکر و نظر**، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(mateen.ahmad@iiu.edu.pk)

۱- لفظ ہجویری، کا تلفظ **کشف المحجوب** کے انگریزی مترجم رینالڈ اے نکلسن نے Hujwīrī لکھا ہے اور اسی کے پیشِ نظر یہاں اس لفظ کو ضبط بالحرکات کرتے ہوئے 'ہا' پر پیش اور 'واؤ' پر کسرہ کا استعمال کیا گیا ہے۔ راقم نے بعض عرب اہلِ علم کے دروس میں بھی اس کو اسی طرح سنا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲- آپ کے حالات و سوانح پر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی ایک عمدہ کتاب **شیخ ابو الفضل ختلی**، پنجاب یونی ورسٹی نے ۲۰۱۱ء میں شائع کی تھی جس پر تبصرہ **فکر و نظر** (۵۰: ۲، اکتوبر- دسمبر ۲۰۱۲ء) میں شائع ہو چکا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہم عصر تھے۔ اکابر صوفیہ میں آپ کی عظمت مسلم ہے۔ برصغیر کے معروف صوفی خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے آپ کے مزار کے قریب چلہ کاٹا تو وقتِ رخصت یہ شعر پڑھا:

گنج بخشِ ہر دو عالم، مظہر نورِ خدا

کاملاں را نورِ کامل، ناقصاں را رہ نما

بعد میں اس شعر میں تحریف کی گئی اور اب محرف شدہ حالت میں لوحِ مزار پر بھی لکھا ملتا ہے:

گنج بخشِ فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما(۳)

علامہ اقبالؒ نے اسرارِ خودی میں ایک عنوان قائم کیا ہے: حکایتِ نوجوانی از مرو کہ پیشِ حضرتِ سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آمدہ از ستمِ اعدا فریاد کرد (مرو کے ایک نوجوان کی حکایت جو حضرت سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا اور دشمنوں کے ظلم کی فریاد کی۔) اس میں انھوں نے حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ الفاظ کہے ہیں:

سید ہجویر مخدوم امم

مرقد او پیرِ سنجر را حرم

بند ہای کوہسار آسان گسیخت

در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

عہد فاروق از جمالش تازہ شد

حق ز حرف او بلند آوازہ شد

پاسبان عزت ام الکتاب

از نگاہش خانہ ی باطل خراب

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت

---

۳ حمید اللہ شاہ ہاشمی، شرح کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور: مکتبۂ دانیال، س ن)، ۹۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد طیار عشق
از جبینش آشکار اسرار عشق
داستانی از کمالش سر کنم
گلشنی در غنچہ ی مضمر کنم

(ہجویر کے سید اور مسلمانوں کے مخدوم حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، جن کا مزار حضرت معین الدین چشتی سنجریؒ کے لیے مقدس مقام تھا، انھوں نے پہاڑوں کے مشکل راستے آسانی سے طے کیے اور ہندوستان (پنجاب) کی سرزمین میں انھوں نے سجدے کا بیج بویا (یعنی اسلام کی تبلیغ کی) ان کے جمال سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی، ان کی باتوں سے دینِ حق کا شہرہ عام ہو گیا۔ حضرت، قرآن کریم کی عزت کے محافظ تھے، ان کی نگاہ سے باطل کے گھر ویران ہوتے گئے۔ پنجاب کی سرزمین ان کے دم سے زندہ ہوگئی، ہماری صبح ان کے آفتاب سے منور ہوگئی۔ وہ دینِ حق کے عاشق بھی تھے اور عشق حقیقی کے ہمہ وقت تیز رفتار قاصد بھی، ان کی پیشانی سے عشق کے بھید آشکار تھے۔ میں ان کے ولی کامل ہونے کی ایک داستان بیان کر رہا ہوں اور یہ اس طرح کہ میں ایک کلی میں پورا باغ سمو رہا ہوں۔)(۴)

آپ نے پہلی بار سلطان مودود غزنوی کے عہد (۴۳۲ھ - ۴۴۱ھ) میں لاہور کا سفر کیا۔ ۴۳۵ھ سے ۴۴۱ھ کے درمیان اپنے وطن مالوف غزنہ تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ لاہور آئے اور وفات تک یہیں رہے۔ اپنے ان سفروں میں آپ نے پانچویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام کے عظیم صوفیہ اور علما سے اکتسابِ فیض کیا اور ان حاصل شدہ معلومات کو اپنی کتاب **کشف المحجوب** میں پیش کیا، جو برصغیر میں اسلامی تصوف کو پیش کرنے والی پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔(۵) آپ برصغیر میں اسلام کے اوّلین داعیوں میں سے تھے، جن کی تعلیم و تبلیغ سے کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لاہور میں آپ کا مزار (داتا دربار) آج تک مرجع خلائق ہے۔

تصوف کی تاریخ کو بعض محققین نے چار ادوار میں تقسیم کیا ہے(۶) جن میں سے تیسرا دور پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری کا ہے اور یہ تصوف کے عروج کا دور ہے۔ اس دور کے معروف صوفیہ میں عبدالرحمان

۴- ہاشمی، نفس مرجع، ۹۴، ۹۵۔

۵- نفس مصدر، ۹۴۔

۶- پہلا دور: دورِ تاسیس، پہلی اور دوسری صدی ہجری؛ دوسرا دور: دورِ تنظیم، تیسری اور چوتھی صدی ہجری؛ تیسرا دور: دورِ عروج، پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری؛ چوتھا دور: دورِ زوال و تقلید، نویں صدی ہجری تا عصر حاضر؛ دیکھیے: محمد امین، **اسلام اور تزکیۂ نفس—مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ** (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۵ و مابعد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السلمی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱۲ھ)، ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ (۴۴۰ھ)، زیرِ تبصرہ تالیف کے مصنف ابو الحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ)، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۵ھ)، عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۱ھ)، فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (۶۲۰ھ)، ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۸ھ) وغیرہم کے نام شامل ہیں۔ اس دور میں تصوف کے دو نمایاں دھارے مستحکم ہوئے: ایک وہ جس کی پہلی ترجیح تربیت اور تزکیۂ نفس تھا اور دوسرے وہ جس پر فلسفیانہ رنگ غالب تھا۔ اس دور کے اہم صوفیہ میں علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ جیسے بزرگ پہلے دھارے کے نمائندہ ہیں اور ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات دوسرے دھارے کے۔ اس دور میں پھر پہلے دھارے کے بھی کئی دبستان وجود میں آئے جن میں چار معروف سلسلے (چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ) نمایاں ہیں۔[۷]

شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عہد سیاسی اعتبار سے اضطراب کا دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے سنی عباسی خلفا اور ان کے مؤیدین (غزنوی اور ایرانی سلاجقہ) اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان کشمکش جاری تھی، تاہم یہ اضطراب تصوف کے لیے اس پہلو سے مفید ثابت ہوا کہ لوگوں کا اس کی طرف رجوع کثرت سے ہوا اور صوفیہ نے اس فضا میں لوگوں میں تبلیغ و ترویج دین کا کام کیا۔ اس عہد میں علاقۂ خراسان، عالمِ اسلام میں متصوفانہ تصنیف و تالیف کا مرکز تھا۔ ابو نصر السراج الطوسیؒ، ابو عبد الرحمان السلمیؒ اور ابو القاسم القشیریؒ نے اسی عہد میں تصوف کی بنیادی کتابیں تحریر کیں۔ اس عہد میں عجمی مزاج کے جو شوائب اسلام کے حقیقی روحانی مزاج پر پڑ چکے تھے، ان حضرات کا مقصد ان سے یہ تھا کہ اس مزاج کی اصلاح کی جائے۔

اپنی کتاب کشف المحجوب میں آپ نے اپنی کئی تصانیف کا ذکر کیا ہے، لیکن ہمارے پاس ان کی یہی ایک کتاب باقی رہ سکی ہے جو کہ تصوف کی قدیم فارسی کتاب ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے صوفیانہ اقوال وارشادات کی جمع تالیف کے بجائے تصوف کو ایک مرتب فن کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس پہلو سے یہ تصوف کی اولین کتاب ہے۔

کتاب کی اس اہمیت کی وجہ سے اس کے کئی تراجم ہوئے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ علومِ اسلامیہ کے مستشرق محقق رینالڈ اے نکلسن نے کیا۔ اس ترجمے میں شیخ ہجویریؒ کے حوالے سے کئی اہم امور زیرِ تحریر لائے گئے ہیں، جن سے استفادے کا عکس اردو تراجم میں ملتا ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کے بیس سے زائد تراجم موجود ہیں۔ زیرِ تبصرہ اشاعت اپنی نوعیت کا ایک عمدہ علمی اور وقیع کام ہے۔ کشف المحجوب کے اس ایڈیشن کے محقق اور مترجم جناب صوفی عبد العزیزؒ ہیں جب کہ ان کے معاونِ تحقیق و ترجمہ فضل معین معینی ہیں۔ یہ ایڈیشن پہلے دس جلدوں میں تھا، جب کہ دوسرا ایڈیشن کم کر کے تین جلدوں میں کر دیا گیا۔ پہلی جلد فارسی متن پر مشتمل ہے، دوسری جلد میں فارسی مع اردو ترجمہ ہے، جب کہ تیسری جلد فرہنگ اور اشاریے پر مشتمل ہے۔ اس کی تدوین میں

۷۔ دیکھیے: محمد امین، نفسِ مرجع، ۴۲۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصل فارسی کے تقریباً نو نسخے پیشِ نظر رکھے گئے۔ سید فضل معین نے اس ترجمے کے لیے پیشِ نظر رکھے گئے نسخوں، اس کے طریقِ کار اور منہج کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

ہمارے پاس فارسی کے نو(۹) نسخے تھے، جن میں سے چار خطی تھے، جن کو ہم نے نمبر ۱ (نسخہ بمعہ حاشیہ عبد الغفور)، ۲، ۳، ۴ کا نام دیا۔ خطی نمبر ۴ باقاعدہ چھپ بھی چکا تھا جس کے ناشر الحاج خوشی محمد سجادہ نشین درگاہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علاوہ ازیں نسخۂ ایران، نسخۂ سمرقند (سبک شناسی)، (یہ نسخہ سمرقند کے مطبع سیلیانوف سے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا جس کے آخری صفحات ۴۸۸ – ۴۹۲ میں **کشف المحجوب** اور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مختصر معلومات ہیں۔ یہ نسخہ ملا سید عبد المجید بن ملا سید عبد اللہ المدرس نے شائع کرایا)، نسخۂ ملتان (بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب نسخہ جس کے ناشر اور مقدمہ نویس محمد شفیع ہیں)، نسخۂ لاہور (یہ نسخہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے پروفیسر احمد علی شاہ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اور مولوی عبد الرشید کی کوششوں سے ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ھ) میں شائع ہوا) اور ژوکوفسکی (روسی مستشرق) کا نسخہ تھا۔ ہم نے ان کا تقابلی مطالعہ کرنے سے پہلے فارسی عبارت خطی نسخوں، خطی نمبر ۱ کے صفحات کی ترتیب کو سامنے رکھ کر نسخۂ ملتان سے فارسی عبارت نو(۹) رجسٹروں میں ہاتھ سے لکھی۔ اس طرح **کشف المحجوب** کو نو(۹) حصوں میں تقسیم کیا۔ میرے استادِ محترم اور مرشدِ مکرم حضرت صوفی عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک صفحہ کا اس طرح تقابلی مطالعہ کرتے کہ میں ان نسخوں میں سے ہر ایک کی عبارت پڑھتا اور وہ ہاتھ سے لکھے ہوئے رجسٹر پر اختلافی عبارت نوٹ کرتے جاتے۔ جب ایک صفحہ مکمل ہوتا تو میرے مرشد اس کو اپنے دست مبارک سے الیکٹرک ٹائپ رائٹر سے اس طرح ٹائپ کرتے کہ میں عبارت پڑھتا جاتا اور وہ ٹائپ کرتے رہتے۔ وہ صفحہ مکمل کرنے کے بعد مختلف نسخوں کی اختلافی عبارت حاشیہ میں لکھتے جاتے۔ اس میں بھی یہی طریق کار ہوتا کہ میں اختلافی عبارت بولتا جاتا اور وہ ٹائپ کرتے رہتے۔ اس طرح بڑی محنت سے فارسی متن تیار ہوا۔

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے، مرشدِ مکرم وہ بھی مکمل کر چکے تھے۔ اب مرحلہ ٹائپ کا تھا، جس طرح قرآن مجید کے تراجم موجود ہیں کہ سطر کے نیچے سطر کا ترجمہ ہوتا ہے۔ ہم نے اس مقصد کے لیے خطی نمبر ۱ کو منتخب کیا اور اس کی فارسی سطر کے سامنے اردو ترجمہ کی سطر ٹائپ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں روزمرہ اور محاورہ کا خیال نہیں رکھا، کیوں کہ یہ ممکن نہ تھا۔ اس میں بھی یہی طریق کار رہا کہ میں فارسی سطر کو سامنے رکھ کر ترجمہ لکھواتا اور وہ ٹائپ کرتے۔ **کشف المحجوب** کو ۱۰ اجزو میں تقسیم کیا گیا تاکہ عبارت کا کوئی حصہ محو نہ ہو جائے۔ ترجمہ میں یہ نمبر بھی دیے گئے۔ خداوند ذوالجلال کی تائید اور توفیق سے یہ کام بھی مکمل ہوا۔ فارسی اصطلاحات کی تشریحات مستند تصوف کی کتابوں سے کی گئی۔ میں نوٹس بنا کر اسی طرح عبارت پڑھتا جاتا اور وہ ٹائپ کرتے جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ نکلسن کے انگریزی ترجمہ کے اقتباسات بھی دیے گئے تاکہ اردو فارسی نہ جاننے والے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔[۸]

---

۸ سید علی بن عثمان الہجویری، **کشف المحجوب**، ترجمہ و تحقیق، صوفی عبد العزیز الراعی جالندھری، معاون سید فضل معینی اجمیری (لاہور: شاہ جی پبلشرز، ۲۰۱۳ء)، ۱: xv, xvi۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمے اور تحقیق کے ان خصائص کو پیشِ نظر رکھا جائے اور اس کام کا دیگر اردو تراجم سے تقابل کیا جائے، تو یہ کام علمی اعتبار سے سب سے فائق نظر آتا ہے، جس میں تحقیقی ضروریات کی تکمیل کے لیے بہت جگر کاوی سے کام لیا گیا ہے۔ ایک تو تدوینِ متن بجائے خود بہت دقتِ نظر کا کام ہے اور پھر اس پر ترجمے کے ساتھ فرہنگ، اشاریہ سازی، اصطلاحاتِ تصوف کی توضیح، شخصیات کے حالاتِ زندگی وغیرہ جیسے امور کو بھرپور محنت کے ساتھ شاملِ کتاب کرنا اس علمی کام کا ایک بہت لائقِ تحسین پہلو ہے۔

فارسی متن کی تصحیح میں دست یاب نسخوں کا تقابل بہت دقتِ نظر سے کیا گیا ہے اور کتاب کی پہلی جلد میں یہ تحقیق شدہ متن درج کیا گیا ہے اور حاشیے میں دیگر نسخوں کے اختلاف کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس تقابل میں زائد الفاظ، حذف شدہ الفاظ، الفاظ کے املا وغیرہ کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان فارسی نسخوں میں سے ایک نسخۂ تہران بھی ہے۔ مقدمہ لکھنے میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں نسخۂ ایران کے نام کے ساتھ ڈاکٹر محمود عابدی کا نام بطور محقق لکھا گیا ہے۔ راقم کے پیشِ نظر تہران کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جس کی تحقیق و تصحیح علی قویم نے کی ہے۔ اس نسخے پر "صحیح ترین نسخہ کہ بطبع رسیدہ است" (شائع ہونے والا صحیح ترین نسخہ) کی عبارت درج ہے۔ اس نسخے کی تدوین میں محقق علی قویم نے جن نسخوں سے مدد لی، ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: "برای تصحیح **کشف المحجوب** از سہ نسخہ استفادہ شدہ است: یکی چاپ لینن گراد، دیگر نسخہ چاپ لاہور، سہ دیگر نسخہ خطی کتاب خانہ شادروان مہدی قلی ھدایت کہ مصنف در آں اصلاحاتی کردہ است۔"[9] (**کشف المحجوب** کی تصحیح کے لیے تین نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے: ایک لینن گراڈ کی اشاعت، دوسرا لاہور کی اشاعت اور کتاب خانہ شادروان مہدی قلی ہدایت کا تیسرا نسخہ جس میں مصنف نے خود اصلاحات کی تھیں۔) معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ تبصرہ متن کے مترجم و محقق کے پیشِ نظر شاید یہ نسخہ نہیں رہا؛ کیوں کہ اس کے مدون شدہ متن کے ساتھ اگر اس کا تقابل کیا جائے تو متن میں کئی ایسے اختلافات ہیں جو زیرِ تبصرہ نسخے میں نمایاں نہیں کیے گئے؛ تاہم علی قویم کے نسخے کی تدوین میں مختلف نسخوں کے متن میں پائے جانے والے فرق کو نمایاں نہیں کیا گیا تاکہ قارئین کے ذہن پراگندگی کا شکار نہ ہوں۔[10] زیرِ تبصرہ ترجمے کی تدوین پر کی گئی محنت قابلِ داد معلوم ہوتی ہے جس کی وضاحت ایک مثال سے کی جاتی ہے۔ ائمۂ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں امام ابوالحسن علی بن حسین

۹- نفس مصدر (نسخۂ تہران)، تصحیح و تحشیہ، علی قویم (اسلام آباد: مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء)، ۸۔

۱۰- نفس مصدر، ۱۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسین بن ابی طالب (امام زین العابدین) رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرزدق کا وہ معروف قصیدہ نقل کیا ہے، جو انھوں نے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بیت اللہ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان کے سامنے کہا تھا۔ کشف المحجوب کے نسخوں اور تراجم میں ان اشعار کی تعداد اور اشعار کے بعض الفاظ میں واضح تفاوت پایا جاتا ہے۔ علی قویم کے مدوّن کردہ مندرجہ بالا نسخے میں صرف نو (۹) اشعار درج ہیں، جب کہ زیرِ تبصرہ ترجمے کے ساتھ درج کردہ عکسی متن کے اشعار انیس (۱۹) ہیں؛ تاہم مدون و مترجم نے تدوین شدہ متن میں فرزدق کے اصل عربی دیوان سے پورے ستائیس (۲۷) اشعار درج کیے ہیں۔ زیرِ تبصرہ نسخے میں دیگر نسخوں میں پائے جانے والے تفاوت کو نمایاں کیا گیا ہے اور ہر نسخے کی تعداد درج کی گئی ہے۔ تحقیق کے لیے منتخب کردہ عکسی متن کے اشعار کے بجائے موجودہ دور میں طبع ہونے والے دیوان کے اشعار کو تدوین شدہ متن میں شامل کیا گیا ہے۔ بہتر تھا کہ اصل متن ہی کی اتباع کی جاتی، جس کا فائدہ یہ بھی ہوتا کہ اس میں درج بعض غلط الفاظ کو درست کر دیا جاتا۔ مثلاً ایک شعر کا مصرع ہے: فما يكلم إلا حين يبتسم لیکن عکسی متن میں یہ اس طرح درج ہے: فما يلكم إلا حين يبتسم۔[۱۱]

ترجمے کا منہج مذکورہ اقتباس میں درج ہے کہ "اس میں روزمرہ اور محاورہ کا خیال نہیں رکھا گیا، کیوں کہ یہ ممکن نہ تھا"، چناں چہ ترجمے میں یہ بات نظر آتی ہے، تاہم اس کی وجہ سے بعض جگہوں پر ترجمہ، بامحاورہ تراجم کے مقابلے میں ایک عام قاری کے لیے بات سمجھنے میں مشکل کا باعث بھی ہو سکتا ہے؛ یہاں اس تقابل کے لیے کچھ تراجم کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے:

فارسی متن	ترجمہ صوفی عبدالعزیزؒ	ترجمہ مولوی فیروزالدینؒ	ترجمہ ابوالحسنات قادریؒ
آنچہ گفتم اندر ابتدائی کتاب نام خود وثبت کردم مراد اندران دو چیز بود، یکی نصیب خاص ودیگر نصیب عام	یہ جو میں نے کہا کہ ابتدائے کتاب میں اپنے نام کو ثبت کیا ہے، اس سے دو چیزیں مراد تھیں: ایک نصیبِ عام اور دوسرے نصیبِ خاص۔[۱۲]	میں نے جو کتاب کی ابتدا میں اپنا نام لکھا ہے، اس سے دو چیزیں مقصود ہیں، ایک خاص لوگوں کا حصہ ہے اور دوسری بات عام لوگوں کا حصہ ہے۔[۱۳]	ابتداء کتاب میں جو میں نے اپنا نام لکھا، اس سے دو باتیں مطلوب ہیں: ایک خواص کے لیے، دوسری عوام کے لیے۔[۱۴]

۱۱۔ ہجویری، کشف، ترجمہ، صوفی عبدالعزیز، ۲: ۹۶۔ ۹۷۔
۱۲۔ نفسِ مصدر، ۲: ۲۔
۱۳۔ ہجویری، کشف، ترجمہ، بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب از مولوی فیروزالدین (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۶۸ء)، ۱۴۔
۱۴۔ ہجویری، کشف، ترجمہ، کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب از ابوالحسنات محمد احمد قادری (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۳ھ)، ۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تراجم کے تقابل سے واضح ہے کہ زیرِ تبصرہ ترجمے میں 'نصیبِ عام' اور 'نصیبِ خاص' کی اصطلاحات عین وہی فارسی اصطلاحات ہیں جن کے استعمال سے مفہوم میں غموض پیدا ہو گیا ہے، جب کہ دوسرے تراجم میں یہ معنیٰ واضح ہے۔

دیگر کتابی تالیف کردم اندر طریقت تصوف عمرہا اللہ نام آں منہاج الدین ، یکی از مدعیان رگیک کہ کرای گفتار او کند	ایک اور کتاب میں نے تالیف کی طریق تصوف میں، عمرھا اللہ، جس کا نام منہاج الدین رکھا، مدعیان رکیک میں سے ایک نے کہ اللہ اسے ارجمند نہ کرے۔(۱۵)	دوسرا یہ کہ میں نے تصوف کے طریق میں (خدا اس کو آباد رکھے) ایک کتاب تالیف کی، اس کا نام منہاج الدین رکھا۔ ایک ذلیل مدعی نے کہ جس کا نام کہنے کے لائق نہیں۔(۱۶)	دوسری بار ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے ایک کتاب فن تصوف میں تالیف کر کے اس کا نام منہاج الدین رکھا۔ ایک متصوف نے اسے لے کر اپنے نام سے شائع کر دیا۔ خدا کرے وہ گمنام ہو۔(۱۷)

یہاں تصوف کے لیے دعائیہ کلمات عمرھا اللہ کو زیرِ تبصرہ ترجمے میں ویسے ہی رہنے دیا گیا ہے۔ فارسی مرکبِ اضافی 'مدعیان رگیک' کو بھی بغیر ترجمے کے باقی رہنے دیا گیا ہے، جس کا معنیٰ آج کے اردو دان کے لیے سمجھنا مشکل ہے۔ مولوی فیروز الدین کا ترجمہ لفظ کے مطابق ہے، جب کہ ابوالحسنات کے ترجمے میں 'متصوف' کا لفظ ہے جو مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ یہ مقام مذمت کا ہے اور مصنف نے علمی سارق کے سفلہ پن کو نمایاں کرنے کے لیے یہ ترکیب استعمال کی ہے، اس لیے ترجمے میں اس کا اثر نمایاں ہونا چاہیے۔

جملۂ بد دعا 'کرای گفتار او کند' کا ترجمہ زیرِ تبصرہ متن میں 'اللہ اسے ارجمند نہ کرے' نہ صرف الفاظ سے دور ہے، بلکہ ترجمے کے اس منہج کے بھی خلاف ہے جو اوپر درج ہے کہ "اس میں روزمرہ اور محاورہ کا خیال نہیں رکھا گیا، کیوں کہ یہ ممکن نہ تھا۔" اس جملے کے ترجمے میں مختلف مترجمین نے مختلف باتیں کہی ہیں۔

بداں کہ علم بسیار است و عمر کوتاہ و آموختن جملہ علوم بر مرد فریضہ نیست کہ چوں علم نجوم	تو یہ جان لے کہ علم زیادہ ہیں اور عمر کوتاہ اور جملہ علم و ہنر کا حاصل کرنا انسان پر فرض نہیں، جیسا کہ علم نجوم طب اور علمِ	اور یہ جان لو کہ علوم بہت ہیں اور انسان کی عمر تھوڑی ہے۔ اس لیے تمام علوم و فنون کا سیکھنا انسان پر فرض نہیں،	اور واضح رہے کہ اقسامِ علم بے حد ہیں اور عمرِ انسانی نہایت ناقص۔ بنابریں واضح ہو گیا کہ تمام علوم حاصل کرنا انسان پر

۱۵۔ نفس مصدر، ترجمہ، صوفی عبدالعزیز، ۲: ۲۔

۱۶ نفس مصدر، ترجمہ مولوی فیروز الدین، ۱۵۔

۱۷۔ نفس مصدر، ترجمہ قادری، ۶۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

<table>
<tr>
<td>وطب وعلمِ حساب وصناعتهای بدیع وآنچه بدین ماند</td>
<td>حساب اور جدید اختراعات اور جو بھی ان کی مثل ہوں۔ (۱۸)</td>
<td>مثلاً علم نجوم، حساب، طب اور بدیع کی تمام صنائع بدائع وغیرہ کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ (۱۹)</td>
<td>فرض نہیں، مثلاً علم نجوم، علمِ حساب، علم صنائع بدائع وغیرہ وغیرہ۔ (۲۰)</td>
</tr>
<tr>
<td colspan="4">یہاں 'صناعتہای بدیع' کا ترجمہ زیرِ تبصرہ ترجمے میں 'جدید اختراعات' کیا گیا ہے، جب کہ باقی دو تراجم میں اس سے 'علمِ صنائع بدائع' مراد لیا گیا ہے۔ رینالڈ اے نکلسن نے کشف المحجوب کے انگریزی ترجمے میں اس مرکبِ اضافی کا ترجمہ کرنے کے بجائے .etc لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ (۲۱) عربی ترجمہ نگار خاتون نے یہاں 'الصناعات البديعية' سے ترجمہ کیا ہے، (۲۲) جس سے لگتا ہے کہ مترجم کے پیشِ نظر انوکھی دست کاریاں کا مفہوم ہی ہے۔ ایک دوسرے مترجم جناب فضل الدین گوہر نے اس کا ترجمہ 'عجائبات عالم' کیا ہے۔ (۲۳) بظاہر زیرِ تبصرہ کتاب کا ترجمہ درست معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ مصنف نے یہاں بڑے بڑے دیگر علوم (طب، حساب وغیرہ) کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اس تقابل کا تقاضا ہے کہ کسی مستقل بالذات علم یا فن ہی کا ذکر آئے۔ علم بدیع کی صنعتیں علم بلاغت کے ایک ذیلی فن کے اجزا ہیں، جنھیں مستقل بالذات فنون کے مقابلے میں لانا زیادہ بہتر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ فارسی لفظ صنعت بمعنیٰ کاری گری وہنر مندی کی جمع صناعات آتی ہے اور یہ لفظ عام طور پر علمِ بدیع کی صنعتوں کے لیے نہیں آتا، بلکہ اس کے لیے صنائع زیادہ مستعمل ہے؛ اس کا بھی تقاضا ہے کہ ترجمے میں ہنر مندی، دست کاری وغیرہ کا مفہوم پیشِ نظر رکھا جائے۔</td>
</tr>
</table>

یہ کچھ نمونے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیرِ تبصرہ ترجمے میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے، خواہ ترجمے کی روانی اور روز مرہ زبان میں فرق ہی واقع ہو، اس کے مقابلے میں دیگر تراجم بامحاورہ ہیں لیکن ان میں سے بعض جگہ متن سے صحیح مطابقت نظر نہیں آتی۔

۱۸۔ نفس مصدر، ترجمہ، صوفی عبدالعزیز، ۲: ۱۲۔

۱۹۔ نفس مصدر، ترجمہ مولوی فیروزالدین، ۲۶۔

۲۰۔ نفس مصدر، ترجمہ قادری، ۶۷۔

21- ‘Alī B. Uthmān al-Jullābi al-Hujwīrī, *The Kashf al- Mahjub*, trans. Reynold A. Nicholson (Leyden: E.J. Brill, 1911), 11.

۲۲۔ ہجویری، **كشف المحجوب**، دراسہ وترجمہ وتعلیق، اسعاد عبدالہادی قندیل، نظرثانی ترجمہ، امین عبدالمجید بدوی (مصر: المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية، س ن)، ۲۰۳۔

۲۳۔ نفس مصدر، ترجمہ فضل الدین گوہر (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۵۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیات، احادیث عربی عبارات اور ان کے ترجمے کے حوالے سے ایک بات جو پسندیدہ معلوم نہیں ہوتی، یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کا ترجمہ تیسری جلد (جو فرہنگ اور اشاریے پر مشتمل ہے۔) میں دیا گیا ہے، جب کہ بعض کا دوسری جلد میں فارسی متن کے ترجمے کے ساتھ ہی درج ہے۔ اس سے قاری کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر جب کہ یہ نسخہ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ایک مثال فرزدق کا مذکورہ بالا قصیدہ ہے۔ پہلی جلد میں مدون شدہ متن میں قصیدے کا صرف ذکر ہے۔ دوسری جلد میں قصیدے کا صرف عربی متن ہے، جب کہ تیسری جلد میں اس کا ترجمہ آیا ہے۔ اردو کے دیگر تراجم میں یہ ترجمہ متن کے ساتھ ہی رواں عبارت کا حصہ ہے، جس سے قاری کے لیے استفادہ آسان ہے۔ (۲۴)

کتاب کے لیے استعمال کیا گیا کاغذ زیادہ معیاری نہیں ہے، اس کے صوری حسن کو سب سے زیادہ اس میں استعمال کردہ خط نے متاثر کیا ہے۔ فارسی، عربی اور اردو کی تمام عبارات کے لیے ایک ہی خط نسخ استعمال کیا ہے جس کا سائز عنوانات اور متن سب کے لیے یکساں ہے، جس کے نتیجے میں کتاب ایک جنگل سا معلوم ہوتا ہے، جس سے آج کے کتابی معیار سے ذوق آشنا طبیعت کو خاصا تنفر ہوتا ہے۔ اس خامی کے باوجود کتاب تدوین میں بے مثال ہے اور اردو میں ترجمہ ہونے والے نسخوں میں شاید سب سے فائق؛ تاہم تین جلدوں کی قیمت ۴۵۰۰ روپے خاصی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۲۴ **کشف المحجوب** کے انگریزی مترجم، نکلسن نے، نہ جانے کیوں، اس مقام پر صرف پہلے شعر کا ترجمہ درج کیا ہے اور حاشیے میں لکھ دیا ہے:.(Nicholson, op. cit. 77.) Twenty-five verses are quoted (پچیس اشعار نقل کیے گئے ہیں۔) مولوی فیروز الدین کے ترجمے میں چوبیس (۲۴) اشعار نقل کیے گئے ہیں اور جدت یہ ہے کہ ترجمہ بھی منظوم کیا گیا ہے، لیکن عربی اشعار پر اعراب میں بہت اغلاط شامل ہیں۔ (ص ۱۲۲، ۱۲۳) ابوالحسنات محمد احمد قادری کے ترجمے (ص ۱۸۷ - ۱۸۹۔) میں بھی اعراب کی مختلف غلطیاں ہیں۔ زیر تبصرہ ترجمے میں متن عربی دیوان (**دیوان الفرزدق**، شرح، ضبط و تقدیم استاد علی فاعور (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۸۷ء)، ۵۱۱-۵۱۴۔) سے لیا گیا ہے، جس میں اشعار پر صحیح اعراب دیے گئے ہیں۔ زیر تبصرہ نسخے میں بھی متن اعراب کی غلطیوں سے پاک ہے۔

© rasailojaraid.com